ایسے ہی اعلیٰ حکیمانہ انداز دعوت کی وجہ سے لوگ بصد شوق و رغبت دین اسلام میں داخل ہوتے تھے' صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید قسم کی محبت رکھتے تھے' اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کیلئے تیار رہتے تھے' آپ کی جدائی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ابو سفیان کو کہنا پڑا: "ما رأيت أحدا يحب أحدا كحب أصحاب محمد محمدا" (صلى الله عليه وسلم) میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی اصحاب محمد' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔

نوجوانو! یہ چند اہم موثر اسالیب دعوت ہیں جنکا ذکر ہو چکا' آپ کو چاہئے کہ ان میں سے جو بہتر اور موثر انداز دعوت ہے اسے اپنائیں اور یہ یاد رکھئے:

☆ جنکا عمل اپنی بات سے مطابقت رکھے گا' لوگ ان کی بات زیادہ قبول کریں گے اور ان پر اعتماد کریں گے۔

☆ اگر معاشرہ اور ماحول کو سمجھ کر دعوت دیں گے تو آپ کی دعوت صدا بصحرا ثابت نہ ہو گی۔

☆ اگر دعوت کا کام اہم تر مسائل سے بتدریج شروع کریں گے' تو آپ کو خیر کثیر حاصل ہو گا۔

☆ اگر دعوت کے کام میں نرم روی اختیار کریں گے تو لوگوں کے دل ودماغ آپ کی طرف مائل ہوں گے اور آپ کی دعوت قبول کرینگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

نوجوانو! کوشش کرو کہ آپ کامیاب مبلغ وداعی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص وعامل سپاہی ومجاہد بن جائیں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی کوششیں رائیگاں نہیں کرے گا۔ اور آپ کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا' اور آپ کو ثابت قدمی بخشے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆

## لقمان حکیمؒ کی وصیت

حضرت لقمان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے پیارے بیٹے بے شک دنیا ایک چوڑا سمندر ہے' جس میں پہلے اور پچھلے تمام زمانوں کے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ اگر تم اللہ کے خوف (تقویٰ) کو کشتی بنا سکو اور اللہ پر کامل بھروسے کو اپنا سامان سفر بنا سکو اور اعمال صالحہ کو زاد راہ بنا سکو تو بنالو۔ اگر تو ان ذرائع کو اختیار کر کے سمندر بعافیت عبور کر سکو تو یہ کامیابی تیرے لئے اللہ کی رحمت ہے اور اگر تو بھی غیروں کی طرح غرق ہو کر ہلاک ہو جائے تو تیرے گناہوں کی شامت ہے۔

قسط ۳

# جامعہ دارالعلوم تاریخ کے آئینے میں

عبدالرحیم روزی

علاقہ بلتستان میں تحریک توحید و سنت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوا۔ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل دعوت احیائے دین دھیرے دھیرے سلیم الفطرت بندگان الٰہی کو حلقہ بگوش توحید کراتی رہی۔

اس روز افزوں ابھرتی دعوت کی صدائے بازگشت جب ایوانہائے شرک وبدعت میں گونجی تو دارالندوہ کی تاریخ دہرانے کی سازشیں تیار ہوئیں۔ شجر طیبہ کی بیخ کنی کے دلدوز سانحے کا مختصر تذکرہ اس دور کے کاروان توحید و سنت کے سرخیل مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات میں آچکا ہے۔

بالآخر مظلومین بمشکل تمام عدالت تک رسائی میں کامیاب ہوگئے اور ضروری قانونی لوازمات پورے کر کے بے بسی ولاچارگی کے گڑھے سے سرخرو ہو کر بچ نکلے اور ظالم اپنے انجام کو پہچان گئے۔ تب اس طرف سے مصالحت کی پیش کش ہوئی جسے علاقے کے امن و سلامتی اور قومی مفاد کے پیش نظر اکثریتی رائے سے قبول کیا گیا اور فریقین نے مذہبی منافرت اور دل آزاری سے احتراز کا معاہدہ کیا۔

اس طرح بلتستان میں پرامن فضا دوبارہ قائم ہوئی اور اسی ہم آہنگی کے طفیل تمام مکاتب فکر نے متحد ہو کر جنگ آزادی بلتستان میں حصہ لیا۔ سب کی مشترکہ جدوجہد اور فوج کے ساتھ بھرپور تعاون سے ڈوگرہ سکھ حکمرانوں کے چنگل سے آزادی نصیب ہوئی۔

## تحریک آزادی میں علمائے اہل حدیث کا کردار:

خطہ بلتستان کی آزادی میں اہل حدیث مکتب فکر کے علماء کی کافی خدمات ہیں۔ مگر ہم یہاں "مشت نمونہ از خروار" پیش کرتے ہیں:

۱۔ مفتی کریم بخش ناظم دارالعلوم تحصیل کریس میں غازیان اسلام کے لئے خوراک جمع کرنے والے انتظامی گروپ کا لیڈر تھا۔ آپ کی گرانقدر خدمات سے متاثر ہو کر گورنمنٹ نے حسن کارکردگی کی ڈگری پیش کی۔

۲۔ مناظر الاسلام ابوالحسن حسینی نے بھی رضاکار مجاہدین کی خدمت کو اپنا نصب العین بنالیا تھا۔ آپ کی جلیل القدر خدمات پر اس وقت کے فوجی ذمہ دار نے سرٹیفکیٹ دی۔

۳۔ فرزند خپلو ماسٹر احمد علی خان حریت پسند اور اساس پرست بندہ مومن تھا۔ آپ سکول ٹیچر تھے اور رضاکارانہ طور پر افواج پاکستان کے لئے راشن جمع کرنے کا ذمہ بھی لے رکھا تھا۔ جنگ آزادی کے دوران سرکاری ملازمین کے لئے تنخواہ کا سلسلہ بند ہوا تو سب نے اپنے گھروں کو ترجیح دی مگر موصوف رضاکارانہ طور پر برابر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ جب آپ کے فرزند ارجمند عبدالحمید صاحب نے عنفوان شباب میں قدم رکھا تو انہیں پاک فوج میں بھرتی کر دیا۔

۴۔ قوم کے اس عظیم سپوت نے باپ کی نیک امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کیپٹن محمد خان (عرف میجر تیمور) کے ہمراہ جنگ آزادی میں کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔

## ☆ مدارس اہل سنت قبل تقسیم ملک :۔

تقسیم ملک سے قبل ۱۳۵۴ھ تا ۱۳۶۸ھ علاقے میں اہل سنت کے آٹھ مدارس تھے۔ جن میں کچھ باقاعدہ مدارس کی شکل میں قائم اور بعض گھریلو انفرادی کوشش کی حد تک محدود تھے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مدرسہ دارالحدیث غواڑی، بعد میں دارالعلوم سے مشہور ہوا۔
۲۔ مدرسہ نصرۃ الاسلام کیریس بلتستان
۳۔ مدرسہ منار الہدیٰ بلغار۔ بانی مولانا عبدالصمد مرحوم
۴۔ مکتب یوگو
۵۔ مدرسہ حمایۃ الاسلام براہ
۶۔ مدرسہ قربانیہ طورتک چھوربٹ
۷۔ مکتب سکمہ چھوربٹ
۸۔ مدرسہ مولوی محمد ابراہیم خپلو

## مدارس دینیہ پر تقسیم ملک کا اثر :

خطہ بلتستان کے بعض سلفی مدارس کو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے باقاعدہ امداد آتی تھی۔ تقسیم کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوا۔ جس کا ان مدارس پر گہرا اثر پڑا۔ ان میں سے کئی مدارس معطل ہو گئے۔ اور کئی گورنمنٹ سے الحاق کئے گئے جنہیں مکتب کہا جاتا تھا۔

☆ دارالعلوم کی وقتی بندش :۔

جب بیرونی امداد میں تعطل سے شدید مالی بحران پیدا ہوا۔ نہلے پہ دہلا کچھ اور خارجی مشکلات پیش آگئیں یعنی کچھ عناصر دارالعلوم کو ترقی کی راہ میں سنگ راہ سمجھنے لگے اور رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ ان تمام عوامل و محرکات کی بناء پر چند برسوں کے لئے دارالعلوم بند کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ناظم دارالعلوم مفتی کریم بخش نے علماء بلتستان کا ایک اجلاس بلایا۔ تعلیمی تسلسل کو جاری کرنے کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ارباب حل و عقد نے درج ذیل فیصلے کئے :

ا۔ دارالعلوم ۱۳۶۵ھ کے بعد بعض عوامل و محرکات کی وجہ سے بند کیا گیا تھا۔

اسے ۱۳۷۰ھ سے دوبارہ کھولا جاتا ہے۔

۲۔ پانچ مدرسین کرام مدرسے میں اپنی خدمات پیش کریں گے۔

۳۔ مدرسے میں آٹھ تعلیمی کلاسیں ہوں گی۔

۴۔ طالب علم خود اپنے اخراجات کا ذمہ دار ہوگا۔

☆ مدرسین و کارکنان دارالعلوم کا عہد نامہ :۔

جب معاشی لحاظ سے دارالعلوم کی اقتصادی حالت دگرگوں تھی تو شجرہ طیبہ کی آبیاری کی خاطر مدرسین و کارکنان دارالعلوم نے بلامعاوضہ کام کرنے پر ایک معاہدہ کیا جس کی عبارت درج ذیل ہے۔

"ہم خلوصیت کے ساتھ یہ اقرار کرتے ہیں کہ مدرسہ دارالعلوم میں ناظم صاحب کی ہدایت کے پابند رہیں گے۔ اور مدرسہ کو مالی استطاعت حاصل ہونے تک لوجہ اللہ ہر ممکن امداد دیں گے۔ اور کسی مدرس یا کارکن کے رخصت پر جانے کے بعد اگر ناظم صاحب یا ان کے قائم مقام کی طرف سے کسی ضرورت کے لئے طلب کیا جاوے تو حاضر ہو کر مفوضہ امر سرانجام دیں گے۔" تحریر ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۵۱ء۔

زیر دستخطی مولانا عبدالقادر، مولانا ابراھیم، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالرحمٰن مکی اور مولانا احمد حسن رحمہم اللہ جمیعاً۔

دارالعلوم کے اہداف عالیہ :

دارالعلوم اسلامیہ کے بلند و بالا اہداف بلند پایہ مخلصین نے ۱۳۷۲ھ میں دور اندیشی اور بالغ نظر سے مرتب کئے تھے۔

ا۔ طلباء میں خود اعتمادی، قومی و ملی غیرت' ایثار و قربانی اور حسن معاشرت پیدا کرتے ہوئے اخلاق فاضلہ و اوصاف حمیدہ

پر نشو و نما کرنا۔

۲۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی نئی نسل کو روشناس کرانا اور ان میں عالی حوصلگی، ہمت و جرأت اور احساس ذمہ داری پیدا کرنا۔

۳۔ طلباء کو خطابت و کتابت اور اسلامی و عربی علوم کے علاوہ اردو، انگلش، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ عصری علوم و معارف سے بھی روشناس کرانا۔

## ☆ دار العلوم کے قواعد و ضوابط :۔

۱۔ اس ادارے کا نام "دار العلوم اسلامیہ" ہوگا۔

۲۔ تمام مدرسین و طلباء پر درسی نصاب کی پابندی لازمی ہوگی۔

۳۔ دار العلوم سے منسوب تمام افراد کو اسلامی وضع قطع اختیار کرنا لازمی ہوگا۔

۴۔ دار العلوم کے ہر فرد پر ضروری ہوگا کہ فرائض و سنن کی پابندی کریں اور اسلام کے اعلیٰ اقدار اپنائیں۔

۵۔ اگر کوئی فرد مندرجہ بالا امور کی مخالفت کرے تو دوبار تنبیہ کرنے کے بعد خارج کر دیا جائے گا۔

## ☆ اندرون ملک پہلا سفیر و تصدیقات علماء :۔

انتظامیہ دار العلوم کی شدید خواہش ہوئی کہ دار العلوم کے کاموں میں وسعت پیدا کی جائے مگر اس کے لئے مادی وسائل کی کمی آڑے آئی۔ لہذا ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں الحاج خلیل الرحمٰنؒ کو اندرون پاکستان بطور مندوب بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ حاجی مرحوم نے دار العلوم کے لئے صدقات و خیرات جمع کرنے کے علاوہ نامور علمائے وقت سے تصدیقات حاصل کیں۔ بقول مولانا عبد الباقی حفظہ اللہ یہ سفارت دار العلوم کی شہرت کے لئے سنگ بنیاد ثابت ہوئی۔ ان تصدیقات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ بلتستانی اہلحدیث بھائیوں کی معاشی و تعلیمی حالت دگرگوں ہے۔ لہذا میں تمام اہل سنت دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس علاقے کے دینی بھائیوں سے مکمل مالی تعاون کریں تاکہ وہ بکھرے ہوئے شیرازوں کی درستی کر سکیں۔

(محمد اسماعیل گوجرانوالہ ناظم جمعیت اہلحدیث ۳۰ اگست ۱۹۵۵)

۲۔ اس علاقے میں اس قسم کے مرکز کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ میں مخیّر حضرات سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حسب استطاعت تعاون کریں گے اور بخل سے کام نہ لیں گے۔

(محمد ادریس کاندھلوی ۲۰ محرم ۱۳۷۵ھ)

۳۔ اس کار خیر میں ضرور حصہ لینا چاہئے کیونکہ اس علاقے کے اہل سنت والجماعت خود کفیل نہیں ہیں اور وہ آپ کے تعاون اور حوصلہ افزائی کے شدید محتاج ہیں۔ (حافظ عبداللہ روپڑی لاہور ۲۰ محرم ۱۳۷۵ھ)

۴۔ میں تمام مسلمانوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اس علاقے کے دینی بھائیوں کا ہاتھ بٹائیں اور ان کے آلام و مصائب میں برابر کے شریک ہو کر دنیا و عقبیٰ کی کامیابی حاصل کریں۔ (مفتی محمد شفیع کراچی ۲۷ صفر ۱۳۷۵ھ)

۵۔ آج میں بلتستان اور وہاں کے ہم عقیدہ احباب کے حالات سے مطلع ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے مخصوص حالات کے پیش نظر دعوت و ارشاد کے میدان میں کام کرنے کی شدید ضرورت ہے میں محسنین حضرات کو ترغیب دیتا ہوں کہ علاقہ ہذا کے دینی امور میں دلچسپی سے کام لیں۔ (احتشام الحق تھانوی کراچی ۲۵ مارچ ۱۹۵۶ء)

اس طرح بڑی تگ و دو کے ساتھ علماء کے جم غفیر سے تصدیقات حاصل کی گئیں۔ جن میں مولوی غلام اللہ، مولوی محمد اسماعیل ذبیح، مولوی محمد مسکین، حافظ محمد گوندلوی، مولوی محمد یعقوب قریشی اڈانوالہ، مولوی خیر محمد ملتانی، مولوی عبدالستار شاہ ملتانی، مولوی محمد یوسف کلکتوی کراچی اور مولوی احمد علی انجمن خدام الدین لاہور وغیرھم شامل ہیں۔

اس طرح تن من دھن کاوشوں سے دارالعلوم پاکستان بھر میں متعارف ہوا۔ جن میں سراج العصر مفتی کریم بخش کا خلوص، حاجی خلیل الرحمٰن کی دوررس تدبیر و محنت، مخیّر حضرات کا جود و سخا اور بہی خواہوں کی نیک دعائیں شامل حال رہیں۔ یہی سفارت ایک لحاظ سے نقطہ تحویل ہے، جس سے دارالعلوم و دیگر مدارس پر آیا ہوا زخم مندمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات پر رحمت افشانی کرے۔

## ☆ طلبہ کی معیشت کا ایک نمونہ :۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ماضی کے جھروکے سے دیکھ لیں تو آپ پر یہ حقیقت وا ہوگی کہ ہمارے اسلاف نے حصول علم کی خاطر کیا کیا مصائب جھیلے ہیں۔ اور کس قسم کی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ہمارے اس دور میں حصول تعلیم کا راستہ کتنا آسان ہے اور طلبہ کتنی عیش و عشرت میں ہیں۔ دور قحط و ابتلاء کے دو عظیم گواہ شیخ محمد حسن اثری اور شیخ عبدالباقی کی کہانی انہی کی زبانی سنتے ہیں :

اس دور میں طلباء دارالعلوم غواڑی کے مختلف گھرانوں میں تقسیم کئے ہوئے تھے۔ انتظامیہ انہیں سالانہ تقریباً ۴۰ سیر جو تھما دیتی تھی۔ پھر ان کی صفائی، پسائی سے لے کر مخصوص بلتی کھانا "زان" کھاچی بنانے تک کے تمام کام گھر کی خواتین سرانجام دیتی تھیں۔ یہ چند مہینوں کے بعد جھاڑ دئے جاتے اور بقیہ سال اسی گھر کے ایک فرد کی